تفسیر المسائل و الاحکام

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

مذہبی اجتماعات میں خواتین کی شرکت

سوال: معزز ین علاقہ مساجد میں نماز جمعہ، تراویح، عیدین اور دیگر تقریبات میں اصلاح احوال اور تربیت کے لیئے شرعی حدود کی پاسداری اور پردے کے مناسب اہتمام کے ساتھ خواتین کی شرکت کے خواہاں ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ دریں سلسلہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

(ڈاکٹر محمد نصر اللہ، گلشن حدید، فیز۔ ٹو، کراچی)

جواب: قرآن مجید کا مخاطب مرد بھی ہے اور عورت بھی۔ اور دونوں اپنی اپنی جگہ اللہ کی بارگاہ میں تنہا مسئول بھی:

ولقد جئتمونا فرادی۔۔۔۔ (الانعام/۹۴)

اور تم ہمارے پاس (جواب دہی کے لیئے) اکیلے اکیلے آؤ گے۔

زمانہ نزول قرآن میں، جو دین قائم کیا جا رہا تھا، اس میں عبادت اور تربیت کے پہلو سے مرد وعورت میں کوئی خاص تفریق نہیں تھی۔ مسجدوں میں مردوں کے ساتھ، بچوں اور عورتوں کی صفیں ہوا کرتی تھیں۔ اس فرق کے ساتھ ابتدائی صفیں مردوں کے لیئے درمیانی بچوں اور آخری صفیں عورتوں کے لیئے تھیں۔ بس اتنا ہی فرق تھا۔ یہ نہیں تھا کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا ہو۔ اور گھروں میں بیٹھے رہنے پر اصرار کیا جاتا ہو، اگر ایسا ہوتا تو دین صرف مردوں کا ہوتا۔ عورتوں کا کوئی دین نہ ہوتا۔

مسجدیں اپنی اصل میں شروع سے ہی عبادت کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت اور تہذیب نفس کا مرکز رہی ہیں۔ اور تہذیب وتربیت کی ضرورت مرد وعورت دونوں کو یکساں ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے کسی بھی ایک فریق کو تعلیم وتربیت کے لئے مخصوص کر لیا جائے اور دوسرے سے غفلت برتی جائے تو نتیجہ فکری اختلاف اور عملی انتشار کے سوا کچھ اور نہیں نکلے گا۔ عورتوں کا اپنا الگ دین دھرم ہوگا اور مردوں کا اپنا۔ اور دونوں میں بعد المشرقین۔ اس لیئے کہ دونوں کی تعلیم وتربیت الگ الگ راستوں سے ہو رہی ہوگی۔ ہاں اگر ان کا مرکز عبادات وتہذیب اور محور تعلیم وتربیت یکساں کرایا جائے تو ہم فکری وہم خیالی کی صورت میں مثبت رویے پروان چڑھیں گے اس لیئے اسلام نے عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے بالکل نہیں روکا۔ بلکہ

عیدین کی نمازوں کے لئے تو رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو عیدگاہوں میں آنے کی خصوصی تاکید کی تھی۔ حالانکہ بعض خواتین نے اپنی اذیت ماہانہ کا عذر شرعی بھی بتایا تھا مگر اس پر بھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں آنے کا پابند کیا اور فرمایا بے شک تم نماز نہ پڑھو مگر ایک طرف بیٹھی رہو۔ (صحیح البخاری، کتاب العیدین)

اس لیئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فی زمانہ جہاں خواتین زندگی کے تمام میدانوں میں مردوں کی طرح کام کر رہی ہیں وہیں عبادت وتربیت کے میدان میں بھی انہیں شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ عبادت کرنے اور علم سیکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ عام نمازوں میں تو شاید ضرورت اس امر کی اسقدر داعی نہ ہو، تاہم نماز جمعہ، تراویح اور عیدین میں اور اسی طرح کے دیگر مفید علمی وفکری اجتماعات میں خواتین کو شریک کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ معاشرہ میں ہم آہنگی کی فضا قائم ہو سکے۔ اور دین کے سرچشموں سے دونوں فریق اپنی اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق ایک ہی وقت میں یکساں مستفید ہو سکیں۔

قرآن مجید نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایکدوسرے کا اولیا قرار دیا ہے:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض۔ (التوبہ/۷۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایکدوسرے کے اولیاء ہیں۔

اس ولایت کی رو سے مومنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہمیشہ دوست، مددگار اور ہم نوا بنکر رہیں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ جب انکی منزل مقصود اور اسکے حصول کے لیئے ان کے راستے یکساں ہوں، مقام اجتماع بھی ایک ہو اور مصور علمی بھی ایک ہو۔ اس دوستی، مددگاری اور ہمنوائی کی عملی شکل یہ ہونی چاہیے کہ مخلوط مجلسوں پر خواتین اپنے محرموں کے ساتھ شریک مجلس ہوں۔ بایں صورت منفی اثرات ودیگر خطرات پیدا ہونے کی امکانی صورتیں مسدود رہیں گی اور صالحیت نمو پذیر ہوگی اور ہر دو فریق میں باہمی اعتماد کی فضا بھی قائم رہیگی، بالخصوص خواتین میں اعتماد زیادہ بڑھے گا جو انکی آئندہ کی زندگی میں متعدد پہلوؤں سے مددگار ثابت ہوگا۔

مسجدوں میں خواتین کی آمد کو یقینی بنانے کے لیئے درج ذیل اقدامات کرنے کی ضرورت ہے:

۱۔ مسجدوں میں آمد ورفت کے دروازے الگ الگ بنا دیے جائیں۔
۲۔ یک منزلہ مسجدوں میں خواتین دور رسالت مآب ﷺ کی طرح پچھلی صفوں میں اپنی جگہ بنائیں۔
۳۔ دو یا تین منزلہ مسجدوں میں کوئی ایک منزل خواتین کے لیے وقف کر دی جائے۔
۴۔ کھلے میدانوں اور عیدگاہوں میں خواتین کا پورشن (Portion) مردوں سے الگ بنایا جائے۔

۵۔ خواتین سادہ لباس میں میک اپ اور خوشبو کے بغیر حاضر ہوں۔

اس طرح شرعی حدود کا لحاظ و پاس بھی رہے گا اور پردے کا مناسب انتظام بھی ہو جائے گا۔

اب ذیل میں وہ احادیث ملاحظہ ہوں۔ جن میں ہمارے مؤقف کی تائید بڑی وضاحت کے ساتھ نظر آتی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔ (رقم الحدیث ۸۹۱)

صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔ (رقم الحدیث ۹۰۰)

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔ (صحیح بخاری، جلد اول، ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع۔ کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو، تاہم انہیں چاہیے کہ وہ بغیر خوشبو کے آئیں۔ (حافظ نور الدین بن علی بن ابی بکر الہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) کشف الاستار جلد اول ص ۲۲۲)

حلیم۔۔ اللہ کا صفاتی نام یا ایک طعام؟

سوال: بعض لوگ محرم میں ایک خاص پکوان پکاتے ہیں۔ جسے کھچڑا یا حلیم کہتے ہیں۔ حلیم تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پھر یہ پکوان کا نام کیوں؟ (عزیز بن اقبال، کراچی)

جواب: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بیشمار صفاتی اسماء میں ایک اسم حلیم بھی ہے۔ اور وہ بھی اسی طرح تقدس، عظمت، بزرگی اور برکت کا حامل ہے۔ جس طرح اس کے دیگر اسماء۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں نے اپنے ایک طعام کا نام اس اسم صفت پر رکھا ہوا ہے۔ جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

ہاں بیٹے! اگر اچھا آدمی مرے تو وہ جنت میں جاتا ہے

پھر تو مر جانا اچھی ہی بات ہے

اور کیا

قبر میں آدمی سڑ گل جاتا ہے نا؟

ہاں سڑ گل جاتا ہے۔

تو پھر جنت میں کیا چیز جائے گی؟

یہ جسم تو فقط لباس ہے۔ آدمی کی روح یہ لباس چھوڑ کر دوسرا لباس پہن لیتی ہے اور جنت میں چلی جاتی ہے۔

میری یہ بات شاید پوری طرح اس کی سمجھ میں نہ آسکی مگر وہ خاموش ہو گیا اور سوچنے لگا۔ یہ گفتگو اس وقت ہوئی جب مرحومہ ابھی میو اسپتال میں تھیں۔

ماں کے انتقال کے بعد لوگوں کو روتا ہوا دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ یہ لوگ رو کیوں رہے ہیں؟ میں نے متوازن لہجے میں الگ لے جا کر بتایا کہ تمہاری باجی (مرحومہ کو ان کی ساری اولاد اور ان کے سب ملنے والے باجی کہا کرتے تھے) کا انتقال ہو گیا ہے نا۔ لوگ خواہ مخواہ رو رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ ذرا رو دیا۔ میں نے اسے سمجھایا تو وہ ایک مدت خاموش ہو گیا۔ اور مجھ سے ایک دلخراش سوال کیا کہ پھر اب میری ماں کون بنے گا؟ میں نے کہا میں تمہارا باپ بھی ہوں اور ماں بھی۔ اس کے علاوہ تمہاری تو بہت سی مائیں ہیں۔ تمہاری سب بہنیں بھی تو تمہاری مائیں ہی ہیں۔ اس کے بعد وہ مطمئن ہو گیا۔ اور اپنے عام مشاغل میں لگ گیا تھوڑی دیر کے بعد بہت سی عورتیں اور مرد جمع ہو گئے تو اس نے کہا۔

یہ لوگ رو کیوں رہے ہیں؟ باجی کو کتنی تکلیف تھی۔ اس سے نجات مل گئی۔ اس سڑی نسی دنیا سے وہ چلی گئیں۔ اب وہ بہت اچھی دنیا میں جا کر رہیں گی اس میں رونے کی کیا بات ہے؟

اس کے بالکل یہی الفاظ تھے جو میں نے نقل کیے ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس بچے کے اندر کسی اچھے فلسفی مومن کی روح بول رہی ہے وہ کھانا کھا کر سو گیا۔ صبح وہ خوش و خرم دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔ دن کے ساڑھے بارہ بجے جنازہ اٹھنے لگا تو اس نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا کیونکہ میں نے آج تک کوئی قبر نہیں دیکھی ہے۔ وہ جنازے کے ساتھ ساتھ قبرستان تک گیا۔ سب کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ دفن تک وہ ادھر ادھر مختلف قبروں کو دیکھتا رہا۔ سب مٹی ڈال چکے تو وہ بھی آیا اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ پھر اپنے نازک ہاتھوں سے پھولوں کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر چادر لگا رکھی

اور ہم سب کے ساتھ ہنستا کھیلتا گھر واپس آ گیا۔

عید کے دوسرے یا تیسرے دن وہ باصرار میرے ساتھ اپنی باجی کی قبر پر پھول چڑھانے گیا کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اس وقت اس معصوم بچے نے مجھ سے پوچھا۔

اب اس قبر میں باجی پڑی ہوں گی؟

وہ یہاں کہاں؟ وہ تو جنت میں چلی گئیں۔

تو پھر اس میں کوئی چیز نہیں؟

قبر میں اب کیا رکھا ہے؟ اس کے بعد اس نے ایک عجیب سوال کیا

جب آدمی کو مرنا ہی ہے تو وہ پیدا کیوں ہوتا ہے؟

اللہ میاں اس لیے پیدا کرتے ہیں کہ دیکھیں آدمی اچھے کام کرتا ہے یا برے اگر اچھے کام کرے تو مرنے کے بعد جنت میں جاتا ہے اور برے کام کرے تو جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے یہ قبر تو صرف ایک دروازہ ہے اس دروازے سے اچھے لوگ جنت میں جاتے اور برے جہنم میں پہنچ جاتے ہیں۔

غرض مجھ پر بھی عجیب نزول سکینہ تھا اور میرے فرزند پر تو اس سے بھی زیادہ نزول سکینہ آج تک ہے۔ اور میرے خیال میں صوفی صاحب کے خواب کی یہی تعبیر ہے۔

نتیجہ

اس داستان خواب کو بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ نہ خوابوں پر زیادہ اعتماد کرنا چاہیے اور نہ خوابوں کی تعبیر پر۔ نہ ہر خواب کی تعبیر ضروری ہے اور نہ ہر تعبیر کا درست ہونا لازمی ہے۔ خواب اور اس کی تعبیر بالکل بے حقیقت چیز بھی نہیں لیکن اس پر زیادہ اعتماد کرنے سے بہت سی ذہنی اور عملی کمزوریاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خواب و خیال کی دنیا میں جتنا زیادہ انہماک ہوگا۔ اتنا ہی دنیائے بیداری کے کارخانے میں خلاء پیدا ہو جائے گا۔ بلاشبہ دنیا امیدوں پر قائم ہے۔ لیکن موہوم توقعات میں کھو جانا بھی صحیح نہیں۔

تقریباً یہی حال کشوف کا بھی ہے۔ کشف وغیرہ پر بھی زیادہ اعتماد درست نہیں بعض اوقات تو خود صاحب کشف کشف کا مطلب نہیں سمجھتا اور بعض اوقات اس میں ایسا ابہام سا ہوتا ہے کہ اس میں کئی پہلو نکلتے ہیں۔ اور سننے والا اس سے جو مطلب اخذ کرتا ہے وہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

یہ ہے وہ سبق جو مرحومہ کی موت مجھے دی گئی ہے۔ میں اسے اپنے تصور کو عام کرنے کی غرض سے شائع کر رہا ہوں۔ کوئی یوسف وقت ہو یا ابن سیرین جیسا تعبیر خواب کا ملکہ رکھتا ہو تو بے شک ایسی

تعبیروں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ خوابوں یا اس کی سرسری تعبیروں پر بیداری کی زندگی کا دارومدار نہیں رکھنا چاہیے۔

ناقابل تلافی نقصان

مرحومہ کی وفات سے میرا جو ناقابل تلافی نقصان ہوا وہ علمی و ادبی نقصان ہے۔ اس سلسلے میں ایک لطیفہ سن لیجیے۔ ایک بار مرحوم ڈاکٹر عبدالحکیم نے مجھ سے کہا: بعض الفاظ ہم لوگوں کی زبان پر ایسے بھی جاری ہیں جن کے صحیح مفہوم سے ہم لوگ آشنا نہیں۔ بتایئے ہم "حلوہ مانڈہ" بولا کرتے ہیں۔ مانڈے کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کل بتاؤں گا۔ دوسرے دن انہیں بتایا کہ حلوے کے ساتھ جو بڑے بڑے پراٹھے ہوتے ہیں۔ انہیں "مانڈا" کہتے ہیں۔ پوچھا۔ یہ کس لغت میں دیکھا ہے؟ میں نے کہا۔ "زوج اللغات" میں۔ پوچھا یہ کونسا لغت ہے؟ میں نے کہا یہ صرف میرے پاس ہے یہ کوئی کتاب نہیں بلکہ میری زوجہ محترمہ ہے۔ جس محاورے، روزمرہ، ضرب الامثال، کہاوت، الفاظ، تذکیر و تانیث وغیرہ کا مجھے علم نہیں ہوتا یا مجھے شک رہتا ہے اسے میں اسی زوج اللغات سے دریافت کر لیتا ہوں۔ اردو زبان میں میری استانی وہی ہیں۔ مرحوم خلیفہ صاحب نے اس پر ایک فرمائشی قہقہہ لگایا، اس کے بعد بھی انہوں نے کئی موقعوں پر مجھ سے بعض باتیں دریافت کیں۔ مرحوم کی کتاب "فکر اقبال" پر ایک اخبار (ہماری زبان کراچی) نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس میں خلیفہ صاحب نے "عار" کو مذکر لکھا ہے حالانکہ یہ مؤنث ہے۔ خلیفہ صاحب نے ہم لوگوں سے دریافت کیا۔ مولانا رئیس احمد جعفری نے کہا کہ عار مذکر ہے۔ میں نے کہا میرے کان اس کی تانیث سے آشنا ہیں۔ مزید تصدیق زوج اللغات سے کی جائے گی۔ دوسرے دن "زوج اللغات" نے میری رائے کی تائید کی اور اتفاق سے اسی دن "جامع اللغات" سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔

میں جب کپور تھلے (مشرقی پنجاب) میں تھا تو جناب خواجہ حسن نظامی نے میرے پاس ایک کتاب بھیجی کہ اس کتاب کی تصحیح کر کے اس کی زبان کو سہل بنا دیا جائے۔ اس میں بلا مبالغہ پچاسوں محاورات، ضرب الامثال اور کہاوتیں ایسی تھیں جن سے میں بالکل ناواقف تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دو چار مقامات کے سوا سارے مقامات مرحومہ ہی نے حل کیے تھے۔ ایک بار مولانا تمنا عمادی نے مجھے اپنی ایک غزل سنائی جس میں ایک مصرعہ یوں تھا

سایہ پڑا پڑا طب جو سرد ہو گیا

میں نے عرض کیا کہ مضمون کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن ایک لفظ